

امام ابو حنیفہؒ اور استحسان

جسٹس شجاعت علی قادری

امام ابو حنیفہؒ کا امت مسلمہ پر جو احسان ہے اسکو نہ صرف ان کے عقیدت مند بلکہ وہ لوگ بھی تسلیم کرتے ہیں جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔ موافقین ہوں یا مخالفین ان کی آراء پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ (۱)

مذہب ابی حنیفہؒ میں اتنی وسعت موجود ہے کہ وہ اس پھیلتی ہوئی دنیا اور اسکے تغیر پذیر مسائل سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

” یہ مذہب (فقہ ابی حنیفہ) اپنی بنیاد اور اساس میں کاملاً آزاد ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بمقابلہ دوسرے مذاہب فقہ اس میں کہیں زیادہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ جیسے جیسے حالات ہوں اپنی قوت تخلیق سے کام لیتے ہوئے ان سے مطابقت پیدا کر لے۔ “ (۲)۔

امام اعظمؒ نے ہمیں قرآن و سنت کی روشنی میں جو شاہراہیں دکھائیں ان میں ” نظریہ استحسان “ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس مختصر سے مقالہ میں امام ابو حنیفہؒ کے نظریہ استحسان سے استفادہ کے امکانات پر بحث کی جائے گی۔

استحسان کے لغوی معنی۔

یہ لفظ حسن سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز کو اچھا سمجھنا یا کسی چیز میں حسن کا پہلو تلاش کر لینا۔

استحسان کے شرعی معنی۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک استحسان بحیثیت دلیل شرع کے کیا ہے۔ اس میں ان کے مذہب کے ترجمانوں نے مختلف انداز ہائے بیان اختیار کئے ہیں اور شاید ان تشریحات کی بنیاد پر بعض حضرات کو تنقید کا موقع مل گیا۔ ذیل میں چند تعریفات ملاحظہ ہوں۔

(۱) - الاستحسان هو الدلیل الذی یعارض القیاس الجلی - (۳)

(استحسان ایک ایسی دلیل ہے جو قیاس جلی سے متعارض ہو -)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعریف جامع نہیں ، کیونکہ استحسان صرف قیاس جلی ہی کے معارض نہیں ہوتا بلکہ کبھی بظاہر کتاب و سنت اور اجماع امت سے بھی معارض ہو سکتا ہے -

(ب) - امام کرخی حنفی نے استحسان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے -

” هو العدول فی مسئلۃ عن مثل حکم بہ فی نظائرہا الی خلافہ بوجہ ہو اقوی (۳)

(کسی مسئلہ میں اسکے نظائر کے مطابق فیصلہ دینے کی بجائے مخالف

فیصلہ دینا ، کسی زیادہ قوی دلیل کی بناء پر -)

یہ تعریف جامع ہے اور اسکا مفہوم یہ ہے کہ مجتہد استحسان سے بقدر ضرورت بعض جزئیات میں کام لے سکتا ہے - یہ نہیں کہ اسے ہمہ وقت استحسان کی چھوٹ ہے - اور یہ ضرورت اسی وقت محسوس ہوتی ہے جب قواعد کلیہ کے مطابق حکم لگانا اسلامی شریعت کی روح کے منافی ہو - امام مالک اور استحسان -

امام مالکؒ نہ صرف استحسان کے قائل تھے بلکہ اسکے سرگرم مؤیدین میں سے تھے انکا قول ہے کہ استحسان علم کا $\frac{۱}{۱۰}$ حصہ ہے - یہ ابن القاسم کی روایت ہے - (۵) فقہاء مالکیہ نے بھی استحسان کی مختلف تعریفات کی ہیں -

۱ - ابن العربی مالکی فرماتے ہیں - ” استثناء اور ترخیص کے طور پر کسی معارضہ کی وجہ سے دلیل کے بعض مقتضیات کو ترک کرنے کا نام استحسان ہے ” - (۶) - مگر ابن الانباری نے اس تعریف کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ امام مالک اگرچہ استحسان کو مانتے تھے مگر ان کے نزدیک اسکا وہ مفہوم نہ تھا جو ابن العربی نے بیان کیا ہے - ان کے نزدیک تو استحسان کا مفہوم یہ ہے کہ کسی مقام پر قیاس کلی کے مقابلہ میں مصلحت جزئی کی رعایت کی جائے -

ب - ابن العربی نے احکام القرآن میں ایک اور جگہ استحسان کے بارے میں فرمایا ہے -

” ہمارے اور حنفی علماء کے نزدیک استحسان کا مفہوم یہ ہے کہ دو دلیلوں

سے جو زیادہ قوی ہو اس پر عمل کیا جائے ” - (۷)

ج - ابن رشد فرماتے ہیں -

جو استحسان اکثر استعمال ہوتا ہے حتی کہ قیاس سے بھی زیادہ اس سے عموم حاصل کر لینا ہے " اسکا مفہوم یہ ہے کہ جب قیاس میں غلو اور مبالغہ لازم آئے تو بعض صورتوں میں کسی خصوصی مصلحت کے پیش نظر قیاس کو نظر انداز کر دیا جائے۔ " (۸)

د۔ بعض علماء مالکیہ فرماتے ہیں۔

" استحسان اس دلیل کا نام ہے جو مجتہد کے دل میں پیدا ہوتی ہے مگر وہ اسے الفاظ کا جامہ پہنانے سے قاصر رہتا ہے اور اس کا اظہار نہیں کر سکتا۔ " فقہ مالکی میں استحسان کی متعدد مثالیں موجود ہیں ایک مثال ملاحظہ ہو۔ " عرب میں رواج تھا کہ نیک دل مخیر حضرات اپنے نخلستانوں کے کچھ درخت غریبوں کو کھجوریں کھانے کے لئے ہبہ کر دیتے تھے۔ مگر عام طور پر ایسا ہوتا کہ وہ ان درختوں کی تر کھجوریں خشک کھجوروں کے بدلہ میں خرید لیتے۔ اب یہ " بیع الرطب بالتمر " تھی جو احادیث کی رو سے ممنوع ہے۔ مگر فقہاء مالکیہ نے اسکو بعض مصلحتوں کی بناء پر جائز قرار دیا ہے اور وہ یہ کہ جس شخص نے اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ یہ حسن سلوک روا رکھا کہ انہیں اپنی کھجوروں کے درخت مفت دیدئے تاکہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں۔ اب اگر وہ شخص چاہتا ہے کہ اسے تر کھجوریں کھانے کو مل جائیں تو اس میں کیا حرج ہے۔ اگر اس سلسلہ کو بند کر دیا جائے تو لوگ ہبہ کے اس مستحسن طریقہ کو ترک کسر دیں گے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جن لوگوں کو کھجور کے درخت دیدئے گئے ہیں وہ خشک کھجوروں کے ضرورتمند ہوں، اس طریقہ سے انکا بھی فائدہ ہو جائے گا۔ پھر اس استحسان کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جو بیع الصرایا سے متعلق ہے۔ (۹)

امام احمد بن حنبل اور استحسان۔

امام احمد بن حنبل بھی استحسان کے قائل تھے اور ان کے نزدیک استحسان کا مفہوم یہ ہے کہ " ایک حکم کو چھوڑ کر اس سے بہتر حکم لگایا جائے۔ " ان سطور سے یہ بات واضح ہو گئی کہ " استحسان " عجمی اذہان کی ایچ نہیں بلکہ خالص دینی اور اسلامی معاملہ ہے۔ اس میں عربی یا عجمی کی کوئی تخصیص نہیں۔ امام ابو حنیفہ اور انکے اصحاب کو عجمی سمجھا جاتا ہے تو امام مالک تو عجمی نہ تھے۔ وہ خالص مدنی تھے۔ اس قسم کے علمی معاملات میں جغرافیائی انداز سے سوچنا روح اسلام کے منافی ہے۔

حقیقت استحسان -

اس وضاحت کے بعد کہ آئمہ فقہ کے نزدیک استحسان کو کیا اہمیت حاصل ہے اور استحسان کا ان کے نزدیک کیا مفہوم ہے - اب اس پر بھی غور کیا جائے کہ استحسان کو مصادر شریعت یعنی قرآن و سنت سے کس طرح اخذ کیا جا سکتا ہے -

استحسان کی بنیاد یسر اور رفع حرج ہے - جسکی طرف قرآن مجید کی متعدد آیات و احادیث میں اشارہ کیا گیا ہے -

۱ - ماجعل علیکم فی الدین من حرج (۱۰)

اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی ہے -

یہ بھی ہماری شریعت کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے کہ " العرج مدفوع " یعنی تنگی کا دور دور نام نہیں ہے - بلکہ ہر جگہ آسانی اور سہولت ہے -

فرمان الہی ہے -

ب - یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر - (۱۱)

اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ دشواری کا ارادہ نہیں فرماتا ہے -

اس آیت میں " یسر " کو مثبت اور منفی دونوں طریقوں سے واضح کیا گیا ہے - پس استحسان یہی ہے کہ مجتہدین قرآن و سنت کے عمومی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہیں اور امت کے لئے آسانی پیدا کرتے ہیں اور خوب سے خوب تر راستہ تلاش کرتے ہیں - قرآن کریم میں ایک ہی معاملہ سے متعلق کئی متبادل احکام موجود ہیں - اب ان میں سے سہل تر کو تلاش کر لینا ، یا اجر کے اعتبار سے عظیم تر کو اختیار کرنا بھی استحسان ہی کی ایک شکل ہے - اور شاید قرآن کی درج ذیل آیت کا مفہوم یہی ہے -

ج - " الذین یستمعون القول فیتنبعون احسنہ " - (۱۲)

وہ کہ جسو بات کو سنتے ہیں اور اس میں سے سب سے بہتر کی پیروی کرتے ہیں -

فقہاء نے اس آیت کو بھی استحسان کی دلیل بنایا ہے - ان آیات کے علاوہ بھی قرآن کریم میں متعدد آیات ہیں جن سے حقیقت استحسان کھل کر سامنے آتی ہے - وہ احادیث جو استحسان کو دلیل شرعی قرار دیتی ہیں -

۱ - حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلم جب کسی صحابی کو حاکم بنا کر کہیں بھیجتے تھے تو فرماتے تھے -
بشروا ولا تنفروا و یسروا ولا تمسروا - (۱۳)

تم لوگوں کو خوشخبری دینا ، ان میں نفرت نہ پھیلانا اور نرمی کرنا ، دشواریاں نہ پیدا کرنا -

۲ - اور حضرت انس کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا -

یسروا ولا تمسروا وسکتوا ولا تنفروا - (۱۴) -

تم آسانیاں پیدا کرو اور دشواریاں پیدا نہ کرو اور لوگوں کو تسکین دو اور نفرت نہ پھیلاؤ -

استحسان کی اقسام -

امام ابو حنیفہ کے نزدیک استحسان اپنی دلیل کے اعتبار سے چار اقسام پر منقسم ہے -

(۱) استحسان بالانتر

(۲) استحسان بالاجماع

(۳) استحسان بالضرورة

(۴) استحسان بالقیاس الخفی -

(۱) - استحسان بالانتر -

اس سے مراد یہ ہے کہ ایک حکم قیاساً کچھ ہو مگر بطور استحسان کچھ اور حکم لگایا گیا ہو اور اس حکم کی تائید میں کوئی حدیث یا قول صحابی بھی موجود ہو - اسکی مثال - بیع سلم - ہے - اس بیع کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کسی شخص کو کچھ روپیہ دیدیں اور اس سے کہیں کہ اس روپیہ کے بدلہ تم دس من گیہوں جنوں کی فلاں تاریخ کو دے دینا - اب یہ بیع اصولی طور پر یا آپ یوں کہہ لیں کہ عمومی قیاس کی رو سے درست نہیں - اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے -

لاتبع مالمیس عندک (۱۵)

(جو چیز تمہارے قبضہ میں نہ ہو اسکو نہ بیجو -)

لیکن اس شرعی اصول کے باوجود - بیع سلم - کو جائز قرار دے دیا گیا اب قابل غور امر یہ ہے کہ اسکا جواز محض ضرورت کی بناء پر نہیں ہے -

اسلئے کہ یہ ضرورت ایسی شدید نہیں جسکی بناء پر ممنوعات شرعیہ مباح ہو جائیں یا اصول شرع ٹوٹ جائیں۔ بلکہ اس سلسلہ میں ایک حدیث موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، جب ہم مدینہ منورہ آئے تو وہاں کے لوگ کھجوروں میں دو دو تین تین سال تک ادھار کی بنیاد پر بیع کرتے تھے یعنی کھجوروں والے کھجوروں کی قیمت پہلے لے لیتے تھے اور کھجوریں بعد تک دیتے رہتے تھے۔ (غالباً اس میں کچھ جھگڑے اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔) اس لئے آپ نے ان کو اس سے منع فرمایا اور اس سلسلہ میں کچھ ترمیم کسرتے ہوئے فرمایا۔

من اسلف سلفاً فلیسلف فی کیل معلوم و وزن معلوم الی اجل معلوم۔ (۱۶)

(تم میں سے کوئی ادھار بیع کرے تو اسے چاہئے کہ وہ پیمانہ، وزن اور

مدت معین کر کے ایسا کرے)۔

یہ بیع اگرچہ حدیث کی رو سے درست اور جائز ہے۔ مگر اس میں استحسان اس بناء پر ہے کہ لوگوں کو اس سے سہولت میسر آگئی، کیونکہ عام طور پر کاشتکاروں کے پاس نقد روپیہ موجود نہیں ہوتا ہے، اگرچہ فصل پر بہت کچھ ہوتا ہے، لہذا وہ فصلیں پکتے سے پہلے اپنی ضروریات کے لئے روپیہ کے محتاج ہوتے ہیں، اسطرح ان کو بروقت روپیہ مل جاتا ہے۔ اور روپیہ دینے والوں کو اجناس اسطرح کچھ سستی مل جاتی ہیں۔ اب یہ ان کی دینداری اور دیانتداری پر موقوف ہے کہ وہ اس شرعی سہولت کو استحصال کا ذریعہ نہ بنائیں۔

ایک شبہ کا ازالہ۔

یہاں عموماً ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جب ایک چیز پوری وضاحت کے ساتھ حدیث سے ثابت ہے تو اسکو "استحسان" کہنے کا کیا مطلب ہے، وہ تو سنت میں داخل ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر مصطفیٰ زرقا کہتے ہیں "پھر اگر یہ استحسان ہے تو یہ درحقیقت "استحسان شارع" ہو گا جو موضوع بحث نہیں، کیونکہ موضوع بحث تو فقیہ کا استحسان ہے۔ استحسان شارع اور استحسان فقہیہ کے درمیان فرق سمجھنا چاہئے (۲) میرا خیال یہ ہے کہ حدیث سے تو صرف اس بیع کا جواز ثابت ہوتا ہے نہ کہ استحسان، اور استحسان یعنی اس بیع میں حسن و خوبی کا پالینا یہ فعل مجتہد ہے۔ یہ بالکل اسطرح ہے جیسے قیاس جلی بھی ایک قیاس ہے اور خفی بھی ایک قیاس ہے

لیکن دوسرے قیاس کو استحسان صرف اس لئے کہا جاتا ہے کہ فقیہ اور مجتہد کی بصیرت اس میں حسن کا پہلو دیکھتی ہے ، لہذا استحسان نفس جواز پر ایک امر زائد ہے -

۲ - استحسان بالاجماع -

اسکی مثال " استصناع " ہے (۱۸) اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کسی سے کوئی چیز آرڈر پر بنوائیں ، مثلاً آپ کسی کارخانہ سے جسوتا بنوائیں اور اسکی قیمت پہلے ہی ادا کر دیں اب یہ بیع قیاس کے اعتبار سے تو ناجائز ہونی چاہئیے کہ بیع معدوم ہے - دوسرے اس لئے کہ اس میں مبیع کی سپردگی کا وقت بھی متعین نہیں ہوتا ، لیکن امت مسلمہ نے اجماعی طور پر اس قیاس کو ترک کر رکھا ہے اسلئے اسکو استحسان بالاجماع کہا گیا ہے - اب اس اجماع میں بھی پبلک کی ضرورت و سہولت کا خیال رکھا گیا ہے اور یہی چیز مجتہد کی نگاہ میں مستحسن ہے -

استحسان بالضرورة

اسکی مثال یہ ہے کہ اگر کتوئیں یا حوض میں کوئی ایسی ناپاک چیز گر جائے جس سے تمام پانی ناپاک ہو جائے ، تو حکم یہ ہے کہ کتوئیں کا تمام پانی جو اسمیں اس وقت موجود تھا نکال دیا جائے مگر حوض اور کتوئیں کی دیواروں کے دھونے کا حکم نہیں ہے ، وہ پانی کے نکل جانے سے خود ہی پاک ہو جائیں گی ، اب قیاس تو یہ تھا کہ کتوئیں یا حوض کی دیواریں اس وقت تک پاک نہیں ہوں گی جب تک کہ انہیں دھو نہ لیا جائے ، لیکن کتوئیں کی دیواروں کا دھونا لوگوں کے لئے ممکن نہیں کیونکہ جب بھی وہ پانی ڈالیں گے ناپاک ہو جائے گا اور یہ سلسلہ ختم ہونے کا نہیں ، لہذا لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر فیصلہ کیا گیا کہ کتوئیں یا حوض سے ناپاک پانی نکال دینا ہی کافی ہو گا ، یہ استحسان بالضرورة کہلاتا ہے - (۱۹)

۳ - استحسان بالتقیاس الخفی

اس سے مراد یہ ہے کہ کسی مسئلہ کا حکم اسکے نظائر کے مطابق واضح طور سے کچھ ہونا چاہئیے تھا مگر ایک گہرے اور دقیق قیاس کے پیش نظر وہ حکم نہیں لگایا گیا بلکہ دوسرا حکم لگایا گیا - اس کی مثال یہ ہے کہ شکاری پرندوں کے جسونھے پانی کو پاک قرار دیدیا گیا ہے ،

جبکہ قیاس جلی یہ تھا کہ ناپاک ہو ، کیونکہ شکاری چویایوں ، شیر ، ریچھ ، وغیرہ کا جوٹھا ناپاک ہے تو ان کا جوٹھا بھی ناپاک ہو جانا چاہئیے تھا۔ مگر ایک باریک اور غامض قیاس کی وجہ سے اسکو پاک قرار دے دیا گیا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ درندے منہ سے پانی پیتے ہیں اسطرح انکے منہ کا لعاب جو نجس ہے پانی میں شامل ہو جاتا ہے۔ جبکہ پرندے چونچ سے پیتے ہیں جس میں لعاب نہیں ہوتا اسلئے اسکو پاک کہا گیا ہے۔

استحسان کی پہلی تین اقسام کو ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب غالباً اپنا یعنی مجتہد کا استحسان نہیں کہتے تھے ، بلکہ استحسان کی دلیل کے طور پر پیش کیا کرتے تھے کہ اگر ہم استحسان کرتے ہیں تو کیا حرج ہے جبکہ استحسان سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اجماع امت میں بھی موجود ہے اور بطور ضرورت تمام اصحاب مذاہب مانتے چلے آئے ہیں۔ لہذا اصل استحسان ، استحسان کی چوتھی قسم ہی ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ اکثر اصولیوں نے استحسان کی تعریف میں فقط ان الفاظ پر اکتفا کیا ہے۔

هو الدلیل الذی یعارض القیاس الجلی (۲۰)۔

وہ ایک ایسی دلیل ہے جو قیاس جلی سے معارض ہو۔
جب آپ استحسان کی مثالوں کو جمع کرینگے تو زیادہ مثالیں قیاس خفی ہی کی ہونگی۔

استحسان کی ترجیح کے اصول -

بعض صورتوں میں قیاس خفی کو قیاس جلی پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔
اسکے لئے اصولیوں نے کچھ قوانین وضع کئے ہیں اور یہ قوانین ان مثالوں کے پیش نظر ہیں جن میں امام ابو حنیفہ نے استحسان کو قیاس پر ترجیح دی ہے۔ وہ قوانین یہ ہیں -

۱ - قیاس اور استحسان دونوں تاثیر کے اعتبار سے قوی ہوں ، اس صورت میں قیاس راجح ہو گا -

۲ - دونوں تاثیر کے اعتبار سے کمزور ہوں۔ اس صورت میں دونوں کے ساقط ہونے کا احتمال ہے -

۳ - قیاس قوی ہو اور استحسان کمزور ہو۔ اس میں قیاس کو ترجیح ہوگی -

- ۴ - استحسان قوی اور قیاس کمزور ہو ، اس صورت میں استحسان کو ترجیح ہو گی۔ دوسری تقسیم صحت و فساد کے اعتبار سے ہے۔ یعنی
- ۱ - قیاس اور استحسان دونوں ظاہر و باطن کے اعتبار سے صحیح ہوں۔
- ۲ - قیاس اور استحسان دونوں فاسد ہوں ، ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔
- ۳ - قیاس ظاہر کے اعتبار سے صحیح اور باطن کے اعتبار سے فاسد ہو گا۔
- ۴ - استحسان ظاہر کے اعتبار سے صحیح اور باطن کے اعتبار سے فاسد ہو گا۔
- ۵ - قیاس ظاہر کے اعتبار سے فاسد اور باطن کے اعتبار سے صحیح ہو۔
- ۶ - استحسان ظاہر کے اعتبار سے فاسد اور باطن کے اعتبار سے صحیح ہو۔
- اب اگر قیاس اور استحسان میں تعارض واقع ہو جائے تو اس تعارض کی سولہ (۱۶) صورتیں متصور ہیں۔ یعنی جب قیاس کی چار اقسام کو استحسان کی چاروں قسموں سے ضرب دی جائے گی تو سولہ صورتیں نکل آئیں گی۔

ترجیحات -

- ۱ - جو قیاس ظاہر اور باطن دونوں کے اعتبار سے صحیح ہو وہ ہر قسم کے استحسان پر راجح ہو گا۔
- ۲ - جو قیاس ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے فاسد ہو وہ قطعاً ناقابل اعتبار ہے۔
- ۳ - جو استحسان ظاہر و باطن کے اعتبار سے صحیح ہو وہ اس قیاس پر مقدم ہو گا جو ظاہر کے اعتبار سے صحیح اور باطن کے اعتبار سے فاسد ہو۔ یا ظاہر کے اعتبار سے فاسد اور باطن کے اعتبار سے صحیح ہو۔
- ۴ - وہ استحسان جسکا ظاہر صحیح اور باطن فاسد ہو اگر اس قیاس سے متعارض ہو جسکا ظاہر فاسد اور باطن صحیح ہو تو اس صورت میں قیاس کو استحسان پر ترجیح ہو گی۔
- ۵ - وہ استحسان جسکا ظاہر صحیح اور باطن فاسد ہے ایسے ہی قیاس سے متعارض ہو تو قیاس کو استحسان پر ترجیح ہو گی۔
- ۶ - وہ استحسان جسکا باطن صحیح اور ظاہر فاسد ہے۔ ایسے ہی قیاس سے متعارض ہو جائے تو قیاس کو ترجیح ہو گی۔
- ۷ - وہ استحسان جسکا ظاہر فاسد اور باطن صحیح ہے اس قیاس سے متعارض ہو جائے جسکا ظاہر صحیح اور باطن فاسد ہے تو اس صورت میں

استحسان راجح ہو گا۔ واضح رہے کہ یہ اشکال محض عقلی ہیں اور امر واقعہ ہے کہ :

- ۱۔ قوی الاثر استحسان ، قوی الاثر قیاس سے متعارض نہیں ہوتا۔
 - ب۔ ظاہر و باطن کے اعتبار سے صحیح قیاس ایسے ہی استحسان سے متعارض نہیں ہوتا ہے۔
 - ج۔ ظاہر میں فاسد اور باطن میں صحیح قیاس ایسے ہی استحسان سے متعارض نہیں ہوتا ہے (۲۱)
- کیا استحسان متعدی ہوتا ہے ؟

استحسان کے باب میں اس کے متعدی ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ نہایت ہی اہم ہے اور اس کا جواب استحسان کی نوعیت پر ہے۔ چنانچہ مسلم الثبوت میں ہے۔ (وہو) ای الاستحسان (ان کان قیاساً تعدی) حکمہ الی مارواہ لوجود و علتہ متعدیہ خالیۃ عن الموانع (والا) یکن قیاساً بل نصاً او اجماعاً (فلا یتعدی حکم منہ الی السکوت لان النص او الاجماع حینئذ علی خلاف القیاس فلا یجوز القیاس علیہ) - (۲۲)

اور وہ یعنی استحسان بطور قیاس ہو تو اس کا حکم دوسرے مقامات پر بھی لاگو ہو گا کیونکہ اس میں موانع سے خالی علت متعدیہ موجود ہے اور اگر نص یا اجماع ہو تو اس کا حکم ان مواقع پر نہ ہو گا جہاں کوئی حکم نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں نص یا اجماع خلاف قیاس ہیں۔ اور اس صورت میں اس پر قیاس نہیں ہو سکتا۔

گویا بنیادی طور پر وہ علت متعدیہ « کو دیکھنا ہے۔ اگر وہ موجود ہے تو اس قسم کا حکم اس امر پر مستحسن « کے نظائر میں بھی جاری ہو گا۔

استحسان کے مخالفین

جہاں پر نظریہ استحسان « کے جاننے والے موجود ہیں وہاں بعض اہل علم اس سے اختلاف بھی رکھتے ہیں۔ ان میں سرفہرست فقیہہ حجاز امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب ، « الام » میں استحسان کے رد پر ایک مستقل عنوان « کتاب ابطال الاستحسان » قسامت کیا ہے اس میں یہاں تک فرما دیا کہ « جو استحسان کا قائل ہے وہ ایک نئی شریعت تیار کر رہا ہے »۔ (۲۳) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی کتاب « المستصفی » میں استحسان سے بہت ناراض نظر آتے ہیں۔ وہ اس کو اصول پر مہومہ « قرار

دیتے ہیں اور ایک مستقل عنوان قائم کرتے ہیں۔ » الاصل الثالث من الاصول الموهومة «۔ میرا خیال ہے کہ استحسان کے خلاف جو کچھ کہا جا سکتا ہے حسب توقع امام غزالی نے بڑی جامعیت سے فرما دیا ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں۔ » استحسان کے تین معانی ہیں «۔ (۱) وہ دلیل جو یک بیک مجتہد کے ذہن میں آجاتے اور مجتہد اپنی عقل سے اسے مستحسن جانے «۔

اس کی تردید میں فرماتے ہیں کہ کسی شخص کی عقل کی بنیاد پر اپنا نظام عبادات کیسے قائم کر سکتے ہیں، یہ تو صرف سمعی چیز ہے « (۲۴) استحسان کا یہ مفہوم نامکمل ہے مکمل مفہوم وہی ہے جو ہم عرض کر چکے، اور یہ کہ استحسان اگر کتاب و سنت یا اجماع امت سے ثابت ہے تو یہ سب مدرکات شرعہ ہیں۔ اور اگر ان میں سے نہیں ہے تو وہ قیاس ہی کی ایک مستحسن شکل ہے۔ اور قیاس کے مآخذ قانون ہونے پر قریب قریب سبھی متفق ہیں۔ (ب) المراد به و دلیل ینقذ فی نفس المجتہد لاتساعدا العبارة عنه ولا یقدر علی ابرازہ و اظہارہ « (۲۵)

استحسان سے مراد ایک ایسی دلیل ہے جو مجتہد کے دل میں چمک اٹھتی ہے اور زبان و بیان اسکے اظہار و تفسیر کے لئے عاجز رہ جاتے ہیں۔ امام غزالی کو اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس مفہوم میں استحسان سوائے ہوس کے کچھ اور نہیں، کیونکہ جو چیز بیان نہ کی جا سکے ہمیں کیا معلوم کہ وہ وہم ہے خیال ہے یا کوئی حقیقی چیز ہے، اسکو ضرور ظاہر ہونا چاہئے تاکہ اسکو دلائل کی کسوٹی پر پرکھ کر اسکی تائید یا تردید کی جا سکے، پھر وہ ایک بہترین مثال دیتے ہیں جیسی کہ انکی خوبی ہے کہ وہ باریک سے باریک تر بات کو اپنے زور بیان سے دلوں میں اتار دیتے ہیں۔ مثال یہ ہے کہ اگر چار آدمی ایک شخص کے خلاف زنا کی گواہی دیں مگر اسطرح کے کہ ایک تو کہتا ہے کہ یہ فعل کمرے کے فلاں گوشے میں واقع ہوا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ فلاں گوشہ میں ہوا ہے اور اسطرح دوسرے دو بھی مختلف گوشے بتاتے ہیں۔ تو اب قیاس تو یہ کہتا ہے کہ اس شخص پر کوئی حد نہ لگائی جائے مگر ہم نے بطور استحسان یہ فتویٰ دیا ہے کہ اس پر حد جاری کی جائے۔ جب امام ابو حنیفہ قیاس کرتے ہیں تو بعض حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ ابو حنیفہ ہر معاملہ میں قیاس کرتے ہیں اور قیاس کو کتاب و سنت پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور جب وہ کتاب و سنت کی وجہ سے قیاس کو ترک کرتے

ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے قیاس کیوں نہیں کیا؟ - اس صورت میں قیاس تو یہ تھا کہ جس طرح چار اشخاص کسی شخص کو چار مختلف گھروں میں زنا کرتے ہوئے دیکھیں اور اس طرح دیکھیں کہ ہر گھر میں ایک گواہ نے دیکھا تو ایسی صورت میں اس شخص پر حد جاری نہ ہو گی۔ کیونکہ چار اشخاص کی گواہی اجتماعی طور پر موجود نہیں ہے مگر ابو حنیفہ نے یہ قیاس اس جگہ جاری نہیں کیا بلکہ مزید دقت نظر سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ ایک کمرے کے چار گوشوں کو چار مختلف گوشوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ ایک شخص کا ایک ہی کمرے میں مختلف گوشوں میں مباشرت کرنا ایک عام سی بات ہے۔ اب اسکو حیلہ بنا کر مجرم کو چھوڑ دیا جائے تو پھر اللہ کا حکم شاید ہی پورا ہو۔ پس یہاں وجہ استحسان نص قرآنی کی تکمیل ہے اور اللہ کے حکم کو نافذ کرنا ہے۔ جو ایک اچھا فعل ہے۔

استحسان کی اس تعریف کے بعد امام غزالی نے جو کچھ کہا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ استحسان کے پیچھے جو بنیادی فکر کام کر رہی ہے اس پر اصولاً کوئی اعتراض نہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں "کیف وان کان هذا دلیلاً فلانکر الحکم بالدلیل ولكن لا یبغی ان یسمی بعض الادلة استحساناً"۔ (۲۶) یہ کیونکر ممکن ہے اگر یہ دلیل ہے تو ہم دلیل کی روشنی میں حکم کا کب انکار کرتے ہیں۔ لیکن یہ مناسب نہیں کہ بعض دلائل کو استحسان کہا جائے (اور بعض کو استحسان نہ کہا جائے)۔

گویا ان کو شامل صرف یہ ہے کہ آپ اس دلیل کو استحسان کیوں کہتے ہیں اور دوسرے دلائل کو استحسان کا نام کیوں نہیں دیتے؟۔ لیکن اسکے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ بات طے شدہ اصول میں سے ہے کہ وجہ تسمیہ کے عام ہونے سے تسمیہ عام نہیں ہوتا اور یہ کہ اصطلاحات میں مناقشہ نہیں ہوتا۔

ج۔ تیسرے نمبر پر امام غزالی نے کرخی کی تعریف کے بعد صرف اتنا کہا ہے کہ

وهذا مما لا ینکر وانما یرجہ الاستنکار الی للفظ - (۲۷)

اور یہ (استحسان کا یہ مفہوم) لائق انکار نہیں، ناپسندیدگی تو اس لفظ (استحسان)

پر ہے۔

یہاں یہ بات خصوصی توجہ کی مستحق ہے کہ جو لوگ "استحسان" کی

وجہ سے امام ابو حنیفہ اور ان کے مذهب کے لوگوں کو مورد ظن قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دلیل بھی بہت عجیب ہے کہ مجتہد پر تو منکشف ہو گئی مگر وہ دوسروں پر ظاہر کرنے سے عاجز ہے۔ وہ حضرات محدثین کے طرز عمل پر بھی غور فرمائیں۔ محدثین کے یہاں حدیث کی ایک قسم، "معلل" ہے۔ یہ وہ حدیث ہے جس میں تمام شرائط صحت بظاہر موجود ہیں مگر پھر بھی لائق استدلال نہیں، اسکے خلاف عمل ہو رہا ہے۔ محدثین اس قسم کی احادیث کی تمیز کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ اور اس کام کو ایک قسم کا الہام جانتے تھے۔ علی بن مدینی جو جلیل القدر محدث تھے اور امام بخاری کے اساتذہ میں سے ہیں فرماتے ہیں۔

ولولت للقيم بالعلل من این لك هذا لم تكن له حجة۔ (۲۸)

اور اگر علتوں کے تلاش کرنے والے سے تم یہ پوچھو کہ تمہیں یہ کہاں سے معلوم ہوئی تو اسکے پاس کوئی جواب نہ ہو گا۔

محدث ابو حاتم سے کسی شخص نے چند احادیث دریافت کیں، انہوں نے بعض کو مدراج، بعض کو باطل، بعض کو منکر اور بعض کو صحیح بتایا پوچھنے والے نے کہا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟۔ کیا راوی نے آپ کو اطلاع دی؟۔ ابو حاتم نے کہا، نہیں مجھ کو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ سائل نے کہا، تو کیا آپ علم غیب کے مدعی ہیں؟۔ ابو حاتم نے جواب دیا کہ تم اور ماہرین فن سے پوچھو اگر وہ میری تائید کر دیں تو تم سمجھنا کہ میں نے درست کہا۔ سائل نے ابو زرعة سے وہ حدیثیں پوچھیں انہوں نے ابو حاتم کی تصدیق کی تب سائل کو تسکین ہوئی (۲۹)

پس جس طرح محدثین میں ممارست کی وجہ سے ایسا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے ذوق اور وجدان سے احادیث میں علتوں کو پہچان لیتے ہیں تو فقہاء میں احکام شرعیہ کی مزاولت کے باعث اگر ایسا ملکہ پیدا ہو جائے تو کیا عجب ہے۔؟ ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ دولت ہر کس و ناکس کو میسر نہیں آ سکتی بلکہ اسکے لئے مناسب علمی مہارت، ورع اور تقویٰ نیز نیک نیتی ضروری ہے۔ اور یہ تمام چیزیں حضرت امام ابو حنیفہ میں درجہ اتم موجود تھیں۔

ایک امریکی جج مسٹر کارڈوزا کہتے ہیں "آج قانون کی اہم ترین ضروریات میں سے ایک ضرورت یہ بھی ہے کہ ایک ایسا فلسفہ قانون مرتب کیا جائے جو ثبات و تغیر کے متحارب تقاضوں کے مابین توافق و تعاون پیدا

کرمے اور یوں قانون کی نشو و ارتقاء کے لئے چند کارگر اصول فراہم کرنے کا موجب ہو۔ (۳۰)

امام ابو حنیفہ کے مذہب میں وہ وسعت موجود ہے کہ جس میں قرآن و سنت جیسے غیر متبدل مآخذ بھی ہیں۔ اور قیاس و استحسان جیسی تغیرات زمانہ کو اپنے اندر سمیٹ لینے والی بنیادیں بھی۔
استحسان کی بنیادیں۔

اگرچہ استحسان کیلئے کوئی طے شدہ قاعدہ نہیں ہے لیکن عام طور پر استحسانی احکام جن بنیادوں پر قائم ہوتے ہیں انہیں نہایت سلیقہ سے علامہ حموی نے اپنی کتاب «الاشباہ» میں نقل کیا ہے۔ وہ کچھ قواعد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

- ۱۔ القاعدة الرابعة المشقة تجلب التيسير۔ (۳۱)۔ یعنی جہاں مشقت ہو وہاں آسانی پیدا کرنی چاہئے۔ پھر انہوں نے «تیسیر» کے سات اسباب بیان کئے۔
- ۲۔ القاعدة الخامسة الضرر يزال (۳۲)۔ نقصان کا رفع کرنا ضروری ہے۔
- ۳۔ القاعدة السادسة العادة محكمة (۳۳) چھٹا قاعدہ یہ ہے کہ عادت کو فیصلہ کن قرار دیا جائے گا۔ یعنی کسی علاقہ کے عرف و عادت کی بناء پر الفاظ کے ظاہری معنی ترک کر دینے جاتے ہیں اور بہت سے فیصلے عرف و عادت کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔

علامہ حموی نے ان بنیادوں پر استحسانی احکام کی جو مثالیں بیان کی ہیں وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔